سوال

(563) متفقہ فتویٰ بابت توریث بنات

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

متفقہ فتویٰ بابت توریث بنات

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

متفقہ فتویٰ بابت توریث بنات

(از قلم مولانا حکیم عبدالشکور صاحب شکراوی)

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿٧﴾ سورة النساء یعنی مردوں کا حصہ اس میں سے جو ماں باپ اور نزدیک کے رشتہ داروں نے چھوڑا اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے۔ اس میں سے جو چھوڑا ہے ماں باپ نے اور قریبی رشتہ داروں نے ترکہ کم ہو یا زیادہ سب میں سے حصہ مقرر کیا ہوا چاہے ترکہ جائداد صحرائی یا مکان دکان وغیرہ ہو چاہے۔ نقد یا برتن کپڑے وغیرہ ہو۔ اور خواہ نقد موجود ہو۔ خواہ کسی پر میت کا قرض آتا ہو۔ سب میں مردوں کیطرح عورتیں بھی حق دار ہیں۔ اس آیت سے صراحتا معلوم ہوا کہ مردوں کی طرح عورتوں کا بھی حصہ ہے۔ یعنی جیسا کہ بیٹا پوتا وغیرہ اپنے ماں باپ دادا دادی وغیرہ کا وارث ہوتا ہے۔ ایسا ہی بیٹی پوتی وغیرہ بھی حقدار اور وارث ہیں۔ اور جیسا کہ بھائی وارث ہوتا ہے بھائی بہن کا جب کہ کوئی حاجب نہ ہو۔ ایسا ہی بہن بھی اس وورثہ میں شریک ہے اور جیسا کہ خاوند بیوی کا وارث ہوتا ہے۔ ایسا ہی بیوی بھی ہر حال میں وارث ہے۔ اور اس آیت میں تو مردوں اور عورتوں کا مستحق میراث ہونا ارشاد فرمایا ہے۔ آئندہ رکوع میں ان کے حصص بیان فرماتا ہے

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ﴿١١﴾ سورة النساء

''یعنی اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت (حکم) کرتا ہے۔ کہ مرد (یعنی بیٹے) کے لئے دو عورتوں (یعنی بیٹیوں) کے حصہ کے برابر ہے۔ پس اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی وارث ہوں تو ایک تہائی بیٹی کو اور دو تہائیاں بیٹے کو ملیں گی۔ اور اگر دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تو آدھا بیٹے کو۔ اور آدھے میں سے دونوں بیٹوں کو برابر ملے گا۔ اور اگر دو بیٹوں اور ایک بیٹی ہوں۔ تو پانچواں حصہ بیٹی کا ہے۔ اور باقی دونوں بیٹے تقسیم کرلیں۔ غرض بیٹی کا اکہرا اور بیٹے کا دوہرا حصہ ہے یہ نہیں کہ تہائی میں بیٹیاں شریک اور دو تہائی میں بیٹے جیسا کہ بعض کو خیال

ہوجاتا ہے۔ اور یہ جب ہے کہ بیٹی بیٹا دونو وارث ہوں۔ اور اگر فقط بیٹا ہو تو (اولاد کا حق ہووہ) کل اس کو ملے گا اور اگر فقط بیٹی ہو تو اس کا بیان آگے آتا ہے۔

فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ ﴿١١﴾ سورة النساء

یعنی پس اگر عورتیں (یعنی بیٹیاں) ہی ہوں۔ (دو خواہ) دو سے زیادہ تو ان کے لئے دو تہایاں ہیں۔ کل ترکہ میں سے اور اگر ایک ہی بیٹی ہو تو اس کے لئے آدھا ترکہ ہے۔ پس یہ جو رواج ہے کہ بیٹی کو حصہ نہیں دیا جاتا تو یہ ظلم ہے۔ اور بعض لوگ بیٹا نہ ہونے کی حالت میں تو بیٹی کو حصہ دے دیتے ہیں۔ اور بیٹا موجود ہو تو بیٹی کو حق نہیں دیتے۔ یہ بھی ظلم ہے دونوں حال میں بیٹی کا حق دار ہونا اس آیت میں موجود ہے۔

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ﴿١١﴾ سورة النساء

یعنی میت کے ماں باپ کے لئے ہر ایک کے واسطے چھٹا حصہ ہے۔ ترکہ میں سے اگر میت کی کوئی اولاد ہو (لڑکا یا لڑکی) بھی ہو۔ اگر اس کی اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ ہی وارث ہوں تو اس کی ماں کے لئے تہائی ہے۔ اور دو تہائی باپ کے لئے ہے۔ اور اگر میت کی بیوی موجود ہو تو اس کو چوتھائی دینے کے بعد یہ تقسیم ہوگی۔ اسی طرح اگر میت عورت ہے۔ اور اس کے ماں باپ اور خاوند موجود ہوں۔ تو خاوند کو نصف دے کر باقی نصف کے تین حصے کر کے ایک ماں کو اور دو باپ کو دیئے جائیں اور اگر اس کے بہن بھائی بھی ہوں۔ (یعنی کم از کم دو بہن دو بھائی یا ایک بہن یا ایک بھائی) تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے۔ بعد اس کی وصیت پوری کرنے کے جو اس نے کی ہو۔ اور شریعت میں معتبر ہو۔ یا قرض ادا کرنے کے جو شرعاً اس کے زمہ ہو۔ اس آیت میں صاف موجود ہے کہ اگر کسی کا بیٹا اور باپ دونوں وارث ہوں۔ تب بھی باپ کو حق پہنچتا ہے۔ پس یہ جو رواج ہے کہ بیٹا کل ترکہ لے لیتا ہے۔ یہ ظلم ہے اس صورت میں چھٹا حصہ والد کو دے کر باقی بیٹے کا ہے۔ اس طرح ماں ہر حال میں وارث ہے۔ اس کو کسی حال میں وارث قرار نہیں دیا جاتا۔ یہ بھی خلاف شریعت اور حرام ہے۔ بعض لوگوں کو اس حکم میں وسوسہ ہو سکتا تھا۔ اور جو ان میں عام رسم ہے۔ اس میں کچھ خوبی کا خیال ہو سکتا تھا۔ اس کو رفع کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔

آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١﴾ سورة النساء

یعنی تمہارے اصول وفروع (ماں۔ باپ۔ بیٹا۔ بیٹی) جو ہیں تم پورے طور پر یہ نہیں جان سکتے ہو۔ کہ ان میں کون سا شخص تم کو (دنیاوی واخروی) نفع پہنچانے میں نزدیک تر ہے۔ یہ حکم من جانب اللہ مقرر کیا گیا۔ اور یہ امر بالیقین مسلم ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور حکمت والے ہیں۔ (پس جو حکمتیں انہوں نے اپنے علم سے اس میں ملحوظ رکھی ہیں۔ وہی قابل اعتبار ہیں۔ اس لئے تمہاری رائے پر نہ رکھا۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم ۚ مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ﴿١٢﴾ سورة النساء

اور تمہارے لیے آدھا ہے اس کا جو چھوڑا ہے۔ تمہاری بیویوں نے اگر ان کی اولاد نہ ہو پس اگر ان کی اولاد ہو۔ تو تمہارے لئے چوتھائی ہے۔ اس میں سے جو چھوڑا انھوں نے بعد اس وصیت (جائز پوری کرنے) کے جو وہ کریں یا قرض (ادا کرنے) کے اور ان (بیویوں) کے لئے چوتھائی ہے جو چھوڑا تم نے اگر تمہاری اولاد نہ ہو اگر تمہاری اولاد (بیٹا۔ بیٹی۔ پوتا۔ پوتی۔) ہو تو ان (بیویوں) کے واسطے آٹھواں حصہ ہے۔ اس میں سے جو چھوڑا ہے۔ تم نے بعد اس (جائز) وصیت کے جو تم کرو یا قرض کے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خاوند کے ترکہ میں بیوی کا آٹھواں حصہ ہے۔ اور لاولد خاوند کے ترکہ میں سے چوتھائی ہے۔ وہ کسی صورت میں کل ترکہ کی وارث نہیں ہو سکتی۔ اور نہ بالکل محروم ہو سکتی ہے۔ پس یہ رواج ہے کہ بعض صورت میں بیوی سب کی مالک بن بیٹھتی ہے۔ باطل ہے اس کو چاہیے کہ انے حصہ مذکورہ سے زائد شوہر کے دیگر ورثاء بیٹا بیٹی بھائی یا بہن وغیرہ کو دے دے۔ اس صورت یہ دستور کہ اگر عورت نکاح ثانی کرے۔ تو اس کے خاوند کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملتا ظلم اور حرام ہے۔ اسی طرح بیٹوں کا سب ترکہ پر قابض ہو جانا اور بیوی کو محروم کرنا بھی ناجائز ہے۔ نیز یہ رواج کہ خاوند بیوی کا کل مال خود لے لیتا ہے۔ خلاف شرع ہے اس کو اپنا حصہ مقررہ لے کر بقیہ دیگر شرعی وارثوں کو دینا لازم ہے۔

وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِن كَانُوا أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٢﴾ سورة النساء

یعنی اگر وہ شخص جس کی میراث لی جاتی ہے۔ کلالہ ہو (یعنی نہ تو اس کا باپ ہو اور نہ اس کی کوئی اولاد ہو) یا عورت (ایسی ہی) ہو اور اس کے (ماں شریک) بھائی یا بہن ہوں تو ہر ایک بھائی بہن کے لئے چھٹا حصہ ہے پس اگر وہ (ماں شریک بھائی بہن) اس سے (یعنی ایک سے) زیادہ ہوں تو وہ تہائی میں شریک ہیں۔ بعد وصیت کے جو کے بناوے یا قرض کے بشرط یہ کہ کسی کو ضرر نہ پہنچاوے۔ یہ حکم کیا گیا ہے۔ اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا تحمل والا ہے۔ اور آخر صورت میں ہے۔

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَإِن كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۗ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَن تَضِلُّوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٧٦﴾ سورة النساء

یعنی حکم دریافت کرتے ہیں آپ سے فرمادیجئے کہ کلالہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ تم کو یہ حکم دیتا ہے۔ کہ اگر کوئی مرد (یا عورت مرجاوے) اور اس کی کوئی اولاد (پسری) نہ ہو۔ اور (نہ باپ ہو) اور اس کی ایک بہن (سگی یا باپ شریک ہے) تو اس کے لئے نصف ہے۔ اور اگر اولاد دختر ہی موجود ہو تو اُس کا حصہ مقررہ دے کر بقیہ بھائی یا بہن کو دیا جاوے۔ اور بھائی بھی وارث ہوتا بہن (اور بھائی) کا۔ اگر اس میں بہن (بھائی کی اولاد نہ ہو) اور بھائی بہن (دونوں وارث ہوں) تو مرد کے لئے دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (احکام) بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم گمراہ نہ ہو۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ بیٹا اور باپ نہ ہونے کی حالت میں جیسا کہ بھائی وارث ہے۔ ایسا ہی بہن کو حق وراثت پہنچتا ہے۔ بہن کو محروم قرار دینا صریح ظلم ہے۔ اور

یوصیکم اللہ اور فریضہ من اللہ اور وصیۃ من اللہ میں ان احکام کی بہت بڑی تاکید فرمانے کے علاوہ ارشاد ہے۔

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٣﴾ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٤﴾ سورة النساء

یعنی یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے۔ اس کو اللہ بہشتوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے۔ اور اس کی حدوں سے (بالکل) ہی نکل جاوے۔ اس کو اللہ دوزخ کی آگ میں داخل کرے گا۔ اسی میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے واسطے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

اس سے زیادہ تاکید کیا ہو سکتی ہے کہ مخالفت کرنے والے کے واسطے ہمیشہ کا عذاب ہے۔ اللہ ہم سب کو بچاوے۔ اور اسی مقام پر گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے یہ مختصر بیان کیا گیا ہے۔ مفصل بیان فرائض کی کتابوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اس مختصر اور مجمل بیان ہی سے یہ معلوم ہو گیا۔ کہ رواج عام میں کتنے حقداروں کی حق تلفی کیجاتی ہے۔ اور یہی مقصود مقام ہے۔ اور حق تلفی کی ممانعت میں مذمت میں آیت بالا کے علاوہ دوسری آیات واحادیث بھی وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ﴿٢﴾ سورة النساء

اور تم یتیموں کو ان کا مال دے دو۔ اور پاک (مال) سے ناپاک (مال) مت بدلو۔ اور یتیموں کا مال اپنے مال میں ملا کر مت کھاؤ بے شک وہ بڑا گناہ ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حلال میں حرام مل جائے تو اس کا کھانا حرام ہے۔ اس میں حرام کم ہو یا زیادہ (کما ھو الظاہر من العموم) اور ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ﴿١٦٨﴾ سورة البقرة (اے لوگو! جو چیزیں زمین میں ہیں۔ ان میں سے حلال پاک چیزوں کو کھاؤ اور ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ١٠ سورة النساء

یعنی بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ اور عنقریب وہ لوگ آتش دوزخ میں داخل ہونگے۔ اور ارشاد ہے۔

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔ یعنی اور تم میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ (یعنی دوسروں کا حق بھی کھا جاتے ہو۔) اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ حرام مال آگ ہے۔ جو کسی کا مال ناحق کھاتا ہے۔ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہا ہے۔

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظلم ظلمات یوم القیمۃ (رواہ البخاري ومسلم وترمذی (ترغیب ص 389

ظلم کرنا قیامت کے دن کئی اندھیریاں (یعنی اندھیروں کا سبب) ہے (جو کہ انسان کو جنت میں جانے سے روکنے والی ہیں۔)

وعن سعید ابن زید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اخذ شبرا من الارض ظلما فانہ یطوقہ یوم القیمۃ سبع ارضین (متفق علیہ) مشکواہ شریف ص ٣١٥) یعنی جس نے ایک بالشت بھر زمین بھی ناحق لے لی ضرور وہ اس کے گلے میں طوق کر کے پہنائی جاوے گی۔ سات زمینوں تک۔

عن سالم بن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اخذ من الارض شیا بغیر حقہ خسف بہ یوم القیامۃ الی سبع ارضین (رواہ البخاري ومشکواۃ ٢٥٦) یعنی نے جس نے کچھ زمین ناحق لے لی اس کو قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسایا جاوے گا۔

وعن یعلی بن مرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ایما رجل ظلم شبرا من الارض کلفہ اللہ عزوجل ان یحفرہ حتی یبلغ بہ اخر سبع ارضین ثم یطوقہ یوم القیامۃ حتی یقضی بین الناس (رواہ احمد والطبرانی وابن حبان فی صحیحہ (ترہیب ص ٣٣٥)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے بالشت بھر (یعنی بہت تھوڑی سی) زمین بھی از رہ ظلم لے لی۔ اللہ عزوجل اس کو قبر میں تکلیف دے گا۔ کہ (اس ظلم سے لی ہوی زمین) کو کھودے۔ یہاں تک کہ سات زمینوں کے آخر تک پہنچ جاوے پھر وہ اس کے گلے میں پہنائی جاوے گی۔ جب تک کہ لوگوں میں فیصلہ کیا جاوے۔ پھر وہ اس کے گلے میں پہنائی جاوے گی۔ جب تک لوگوں میں فیصلہ کیا جاوے۔ (اللہ محفوظ رکھے) آمین۔

وعن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یدخل الجنۃ جسد غذي بالحرام (رواہ ابو یعلی والبزار والطبرانی فی الاسطوا البیقی وبعض اسانید ہم حسن (ترغیب ص ٣١١)

یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں وہ جسم داخل نہ ہوگا۔ جس کو حرام غذا دی گئی اور اگر حرام مال سے زکواۃ وصدقہ دیا جاوے۔ یا نماز روزہ اور حج میں خرچ کیا جاوے تو وہ قبول نہیں ہوتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ٢٦٧ سورة البقرة

اے ایمان والو اپنی کمائی میں سے عمدہ (یعنی حلال پاک) چیز کو اور جو ہم نے زمین سے تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔ اس میں سے خرچ کیا کرو۔ اور ردی چیز کی طرف خیال مت لے جایا کرو۔ کہ اس میں سے خرچ کردو۔ حالانکہ تم کبھی اس کے لینے والے نہیں۔ ہاں اگر چشم پوشی کر جاؤ۔ اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ تعریف کے لائق ہے۔ اس آیت میں مال طیب خرچ کرنے کا حکم ہے۔ اور خبیث سے منع فرمایا ہے۔ اور حرام سے بڑھ کر کیا خبیث ہوگا۔ اور حدیث شریف میں ہے۔

لا یقبل اللہ الا الطیب (رواہ البخاري مسلم ونسائی والترمذي وابن ماجۃ وابن خذیمۃ فی صحیحہ عن ابی ہریرۃ (ترغیب ص ١٤٨)

یعنی اللہ تعالی حلال کے علاوہ کوئی چیز قبول نہیں کرتا۔

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذاادیت زکوۃ مالک فقد قضیت ما علیک ومن جمع مالا حراما ثم تصدق بہ لم یکن لہ فیہ اجر وکان وزدہ علیہ (رواہ ابن حبان وابن خزیمۃ فی صحیحا والحاکم (ترغیب ص ۳-۹)

یعنی تونے جب اپنے مال کی زکواۃ ادا کردی۔ توجو تیرے ذمہ (حکم) تھا۔ وہ پورا کردیا۔ اور جس نے حرام مال جمع کیا۔ پھر وہ صدقہ کردیا تو اس میں اس کو کچھ ثواب نہیں ہوا۔ اور اس (مال حرام) کا گناہ اس کے ذمہ رہے گا۔ صدقہ سے نہ اس کو صدقہ کا ثواب ملے گا۔ اور نہ ظلم کا گناہ معاف ہوگا۔ بلکہ جب صاحب حق کو دے دے گا تب سبکدوش ہوگا۔

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ اس رواج کی وجہ سے حق تلفی کا گناہ ہونے کے علاوہ عبادات مالیہ (صدقہ وغیرہ (اور بدنیہ (نماز وغیرہ) بھی قبول نہیں ہوتیں۔ اس سے زیادہ کیا خسارہ ہوسکتا ہے۔ اے میرے پیارے مسلمان بھا ئیو! فرقہ اناث کو ترکہ سے محروم کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔ اب ظالم کا بیان سنیئے۔

وعن سلمان الفارسی وسعد بن مالک وحذیفۃ بن الیمان وعبد اللہ بن مسعود حتی عدستۃ اوسبعۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا ان الرجل لترفع لہ یوم القیامۃ صحیفۃ حتی یرا نہ ناج فما تزال مضالم بنی آدم تتبعہ حق ما یبقی لہ حسنۃ وتحمل علیہ من سیئا تہم (رواہ البیہقی فی البعث باسناد ضید (ترغیب ص 390)

یعنی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعد بن مالک اور حذیفہ بن الیمان وعبد اللہ بن مسعود وغیرہ چھ یا سات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ (بعض) آدمی کے لئے اعمال نامہ اٹھایا جائے گا۔ (اور اس میں بہت سی نیکیاں ہوں گی۔) یہاں تک کہ وہ (اس کو دیکھ کر) نجات کا یقین کرلے گا۔ پھر لوگوں پکئے ہوئے ظلم (مطالبہ کے لئے) اس کے پیچھےلگے رہیں گے۔ (اور ان کا بدلہ دیا جائے گا) یہاں تک کہ اس کی کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی۔ اور ان (مظلوموں) کی خطایئں (حساب پورا کرنے ک مقدار) اس پر ڈالی جاوے گی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

من کانت لہ مطلمۃ لاخیہ من عرضہ اوشیٔ فلیتحلل منہ الیوم قبل ان لایکون دینار ولا درہم ان کان لہ عمل صالح اخذ منہ بقدر مظلمۃ وان لم یکن لہ حسنات اخذ سیئات صاحبہ فحمل علیہ (رواہ البخاري عن ابی ہریرۃ (مشکواۃ ص ۳۷-)

یعنی جس پر کسی بھائی کی آبروریزی یا کسی قسم کا رجان مالی حق ہو اس کو چاہیے کہ اس سے آج ہی سب گروی حاصل کرلے اس دن سے پہلے نہ دینار ہوگا اور نہ درہم بلکہ اگر اس کے پا س نیک عمل ہوں گے تو ان میں سے ان کے ظلم کے موافق یعنی کو اس کا عوض ہوجائیں وہلئے جاویں گے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس کے فریق کے گناہوں میں سے لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی

وعن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیملی الظالم حتی اذا اخذہ لم یفلتہ ثم قراء اوکذالک اخذ ربک اذا اخذ القري وہی ظالمۃ (متفق علیہ (مشکواۃ ص ۳۷-)

یعنی بے شک اللہ تعالی ظالم کو مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ جب پکڑے گا تو چھوڑے گا نہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وکذلک اخذ ربک الایۃ

یعنی اسی طرح تیرے رب کا پکڑنا ہے جس وقت بستیوں کو یعنی بستی والوں کو پکڑتا ہے اس حال میں کہ وہ بستی والے ظالم ہوں غرض وہاں ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا اور سب حقداروں کے حق ادا کرنے ہوں گے اور اس حرام کھانے کا مزا معلوم ہوجائے گا۔

فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ٧ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ

پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کو دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی وہ اسکو بھی دیکھے گا۔

وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لتوء دن الحقوق الی اہلہا یوم القیامۃ حتی یقاد للشاۃ الجلجاء من الشاۃ القرناء رواہ مسلم (مشکواۃ ص ۲۷۱)

یعنی قیامت کے دن حقداروں کے حقوق ضرور بالضرور ادا کیے جایئں گے۔ یہاں تک کے سینگ والی بکری سے بے سینگ بکری (کے مارنے کا) بھی بدلہ لیا جاوے گا۔ ان آنتوں کا خطرہ لیتے ہوئے حرام کھانا اور ظلم کرنا کون عقل مند پسند کرسکتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ

اس کے علاوہ اور بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں بوجہ اختصار کے انہیں پر اکتفاء کیا گیا۔ (مضمون مولوی عبد الکریم گمتھلوی کے رسالہ غصب المیراث سے ماخوذ ہے)

اس رواج کا باطل و منکر ہونا۔ اور توریث بنات وغیرھا نص قطعی سے ثابت ہے اس کی مخالفت اگر اعتقاداً ہے تو کفر ہے۔ اور عملاً ہے۔ تو اشد درجہ کا فسق ہے۔ پس اس باب میں عقیدہ کی درستی اور عمل کی اصلاح تو یقیناً فرض ہے۔ اور ابطال باطل وازالہ منکر قادر پر فرض ہے۔ لہذا سکوت بھی حرام ہوگا۔ اور تسلیم کرنا تو اس سے اشد ہے۔ اور حمایت کرنا سب سے بڑھ کر اشنع ولقح ہے۔ وہذا کلہ ظاہر۔ (کتبہ اشرف علی تھانوی)

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اس باطل وحرام رواج کے قلع قمع میں کوشش کرے۔ امید ہے کہ علمائے کرام اس فریضہ اسلامی کی طرف تقریر و تحریراً ضرور توجہ دلایئں گے۔ (حررہ احقر ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ تھانہ بھون۔ ضلع مظفر نگر)

اگر کوئی صاحب میراث کے (قانون شرعی) کا انکار کرے۔ تو نصوص قطیعہ کا انکار ہوگا اور معلوم ہے کہ قرآن پاک اور احکام قطعیہ کا منکر کون ہوتا ہے۔ اس سے زائد کیا کہا جاسکتا ہے۔ (کتبہ الاحقر عبد الطیف عفا اللہ عنہ مدرس اول مدرسہ موصوفہ)

اس قانون کی مخالفت واجب ہے۔ رقمہ ضیاء احمد۔ الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ

صحیح الجواب۔ عنایت الٰہی مہتمم مدرسہ۔ (ناظم مدرسہ موصوفہ) الجواب صحیح۔ بندہ عبد الرحمٰن (کامل پوری) عفی عنہ (مدرس مدرسہ)

اس باطل وحرام رواج عام کے مرتکب اور مجوز اور معاون اور باقی رکھنے والے اور اس پر (عملاً) اصرار کرنے والے ظالم وعاصی ہیں۔ (اور اس فرض قطعی کے انکار کا کفر ہونا اظہر ہے۔ اور مواخذہ حق العباد کا ان کی گردن پر رہے گا۔ تو وقت یہ کہ وہ صاحب حقوق کے حقوق ادا نہ کریں گے۔ (الجواب صحیح ہندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مدرسہ دیوبند۔ (کتبہ مسعود احمد) الجواب صواب محمد انور عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح بندہ مرتضیٰ حسن عفی عنہ)

یہ رواج شریعت غرا کے صریح منصوص احکام کے مخالف ہے۔ اور اولاد دختری (وغیرہ) کے ساتھ کھلا ہوا ظلم ہے۔ جو لوگ اس رواج کو جائز اور تقسیم میراث کے شرعی اصول سے بہتر سمجھیں وہ مسلمان نہیں رہ سکتے۔ اور جو لوگ ناجائز اور خلاف شریعت یقین کرتے ہوں۔ مگر اس پر عمل کرتے ہوں۔ وہ بھی ظالم اور فاسق ہیں۔ (محمد کفایت اللہ غفر اللہ لہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ احمد سعید (ناظم جمیعۃ العلما) حمد اللہ پانی پتی۔ عبد الرحمٰن روپڑ ضلع انبالہ حشمت اللہ مفتی پٹیالہ۔ عبد الخالق جہاں خیلاں۔جماعت علی (علی پوری) بقلم خود۔ غلام مرشد مدرسہ نعانیہ لاہور۔ عبد العزیز گوجرانوالہ۔ ثناء اللہ امرتسری۔ غلام مصطفےٰ (مفتی امرتسری) اللہ ورسول ﷺ نے جو جو حقوق مال میں مقرر فرمادیئے ہیں۔ اس میں فرق کرنا سخت گناہ ہے۔ اس کے واسطے اللہ پاک نے خود جس قدر اہتمام فرمایا ہے۔ اور جس قدر اس کے خلاف پر وعید اور دھمکی فرمائی ہے۔ وہ پتہ کو پانی کرنے کے لئے کافی ہے۔ ذرا رسالہ غصب المیراث کو سب صاحب غور سے دیکھ لیں۔ اس سے بہت کچھ آپ پر کھل جاوے گا۔ (فقط بندہ ناچیز محمد الیاس عفی عنہ)

صورت مسئولہ میں واضح دلائل ہو کر لڑکیوں کو حصہ شرعی میراث نہ دینا صریح ظلم و رسم کفار پر عامل بننا ہے۔ پس مسلمانوں کو اسلام میں پورے طور پر داخل ہونا چاہیے۔ لقولہ تعالیٰ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ

یہ نہیں کہ بعض باتیں اسلام کی قبول کریں۔ اور بعض رسمیں کفار پر عامل نہیں۔ چونکہ لڑکیوں کو حصہ نہ دینا صریح قرآن مجید کا خلاف کرنا ہے۔ کما لا یخفی

(کتبہ ابو محمد عبد الجبار مدرس مدرسہ حمیدیہ عربیہ دہلی صدر بازار)

الجواب صحیح والرای نجیح۔ (عاجز ابو محمد عبد الوہاب المہاجری امام جماعت غرباء اہلحدیث)

جو رسوم کہ خلاف شرع محمدیہ ہیں۔ ان کی بیخ کنی اہل اسلام پر فرض ہے اللہ پاک مسلمانوں کو نیک توفیق دے کہ وہ اسکی طرف توجہ کریں۔ (العبد ابو یحیٰ عبد اللطیف مدرس مدرسہ حمیدیہ موری دروازہ دہلی)

یہ جابرانہ رسم یعنی لڑکی کو حصہ نہ دینا۔ انہیں چند رواجوں میں سے ہے۔ جوفی الحقیقت زمانہ جاہلیت سے منتقل ہوکر ہماری قوم میں آئے۔ اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو۔ اور ظلم سے باز آئو۔ یہ حق العباد ہے جو توبہ سے بھی معاف نہ ہوگا۔ قیامت کے دن سے ڈرو جس کی شان یہ ہے۔ کلکم اتیہ یوم القیامۃ فردا۔ یعنی ہر ایک بندہ اللہ کے پاس اکیلا آوے گا۔ (ابو محمد عبد الجبار مہتمم مدرسہ اشاعت القرآن والسنۃ سوکھپوری) بے شک یہ غلط رسم ہے۔ ہر مسلمان کو شرعی تقسیم کرکے حصہ دینا لازم ہے۔ جو اس کے کلاف کریں گے۔ وہ غاصب ظالم ہوں گے۔ اللھم احفظنا۔ آمین (الراقم محمد داؤد رہپوا۔ ابو اسحاق عبد الرزاق رہپوہ عبد الصمد رہپوا)

بے شک یہ رواج یعنی لڑکی حصہ نہ دینا رسم جاہلیت ہے۔ اس سے بچنا چاہیے اور مسلمہ شرعی پر عمل کرنا فرض ہے۔ اس پر کاربند ہونا چاہیے۔ تصریح اس مسئلہ کی اوپر علمائے کرام فرماچکے ہیں۔ زیادہ ضرورت نہیں۔ (العبد عبد الغفار غفرلہ الستار اوتہوی) (بندہ عبد الرحمن عفی عنہ) (ملخص از اصلاح میوات از ص 19 تا ص 29)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

[فتاویٰ ثنائیہ امرتسری]

جلد 2 ص 523

محدث فتویٰ